حضرت تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں چند استفسارات[حصہ دوم]

ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی نے ساحل کے مؤقف کی تصدیق کر دی

دسمبر کے شمارے میں ساحل نے اسلامی بینکاری کے مقاصد و مفاسد کے بارے میں چند اہم استفسارات حضرت تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ہم نے لکھا تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے اور ریاستی سطح پر اسلامی نظام معیشت کے قیام کے بغیر بلاسودی بینکاری ممکن نہیں ہے۔ہم نے لکھا تھا کہ کیا حضرت والا مصر میں اسلامی بینکاری کے عروج و زوال کی داستان سے لاعلم ہیں؟ جب تک اسلامی بینک لوگوں کو بازار سے زیادہ منافع دیتے رہے یہ بینکاری کامیاب رہی جیسے ہی منافع کی شرح کم ہوئی لوگوں نے بینک سے روپیہ نکلوالیا اور بینک دیوالیہ ہوگیا کیونکہ موجودہ نام نہاد اسلامی بینکاری کے نتیجے میں ایک ایسی شخصیت اور ذہنیت وجود میں آتی ہے جو لالچی،حریص،حاسد،اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے محروم،طالب دنیا اور بندہ درہم و دنیار ہوتی ہے جس کی زندگی کا مقصد صرف پیسے سے پیسہ کمانا رہ جاتا ہے۔[ص۳،ساحل دسمبر ۲۰۰۶ء]

ہمارے اس مؤقف کی ترجمانی بلکہ تائید و تصدیق و توثیق حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی نے اپنے مضمون ''پاکستان میں اسلامی بینکاری کی تاریخ'' میں کی ہے۔جو روزنامہ امت میں شائع ہوا۔عمران اشرف عثمانی صاحب نے تسلیم کیا کہ ''اگر اسلامی بینک نظام تمویل اختیار کریں تو کھاتے داروں کو کم نفع ملے گا اور کھاتے دار فوراً اپنا سرمایہ نکال کر سودی بینکوں میں سرمایہ کاری پر راغب ہوں گے''۔انھوں نے یہ تسلیم کیا کہ اسلامی بینکاری میں سرمایہ کاری کرنے والے کی ذہنیت اسلامی نہیں رہی،اسے دلچسپی اپنے دین و ایمان کی حفاظت سے نہیں سرمایہ اور منافع میں اضافے سے ہے اور اسلامی بینکوں کی تمام دلچسپی اپنے کاروبار سے ہے کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ کھاتے دار جمع کر کے کاروبار کو وسعت دی جائے خواہ دین اور دین کے بنیادی اصول تہس نہس ہو جائیں۔ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کے ذریعے مختصر معیاد کے نہ تو بڑے پروجیکٹ،صنعتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے نہ مشارکہ مضاربہ کے ذریعے صرفی قرضوں [Consumer Financing] میں سرمایہ کاری ممکن ہے۔جب کہ عصر حاضر میں بینکوں کے دو اہم کام یہی ہیں کہ وہ صنعت کاری کے لیے بڑے پیمانے پر قصیر المیعاد قرضے مہیا کریں یا صارفین کے معیار زندگی کو بلند کریں،انھیں پر تعیش اور سرمایہ دارانہ طرز زندگی اختیار کرنے کے لیے صرفی قرضے مہیا کریں۔[اس وقت تمام اسلامی اور سودی بینک یہی قرضے مہیا کر رہے ہیں]۔

ڈاکٹر محمود اشرف عثمانی کے اعترافات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلامی بینکنگ نہ صنعتی شعبے میں ترقیاتی بینکاری کے لیے کارآمد ہے نہ گھریلو صارفین کے صرفی قرضوں میں فائدہ مند ہے تو پھر اس ''گناہ بے لذت'' کا کیا جواز ہے اور علماء کرام کو

اس سودی کاروبار کا حصہ بننے اور اس سے بھاری مالی فوائد سمیٹنے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈاکٹر عمران اشرف نے مطالبہ کیا ہے کہ ''موجودہ سودی بینکاری نظام ختم کر دیا جائے اور اسلامی بینکاری کو فروغ دیا جائے''۔ یہ مطالبہ ظاہر ہے دنیا کی کوئی حکومت بھی تسلیم نہیں کرے گی کیونکہ دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام غالب ہے اور اسلامی ممالک نے بھی سرمایہ دارانہ نظام بخوشی قبول کرلیا ہے۔ بعض اسلامی ممالک نے سوشلزم کے نظام سے کچھ اصول اخذ کیے ہیں لیکن ان سادہ لوح ممالک اور ان سادہ لوح محققین کو یہ معلوم نہیں کہ سوشلزم، کمیونزم سرمایہ داری کا دوسرا رخ ہے۔ سرمایہ داری اور سوشلزم میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دونوں میں صرف طریقۂ کار کا ہے۔ پہلے نظام میں سرمایہ، حصص، کمپنیوں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نام پر جمع ہوتا ہے اور انفرادی ملکیت ختم ہوجاتی ہے۔ دوسرے نظام میں سرمایہ ریاستی سطح پر جمع ہوتا ہے اور وہاں بھی انفرادی ملکیت باقی نہیں رہتی۔ دونوں نظام حرص وحسد اور ارتکاز زر کو اپنی مابعد الطبیعیات کا مقصد وحید سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر عمران اشرف اور جسٹس تقی عثمانی صاحب سے استدعا ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام مملکت سے یہ مطالبہ کرنے کے بجائے کہ موجودہ سودی بینکاری نظام کو ختم کر دیا جائے فوری طور پر اسلامی بینکاری کے سودی نظام سے باہر تشریف لے آئیں اس نظام سے وابستگی کے خاتمے کا اعلان کریں اور اس سودی نظام کے حق میں اب تک دیے گئے تمام فتاویٰ سے رجوع فرمالیں اور اپنے متوسلین شاگردوں اور معتقدوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ فوری ان اسلامی سودی بینکوں سے مستعفی ہوجائیں، اور اہل دین ان سودی اسلامی بینکوں سے فوراً اپنا سرمایہ نکال کر پرانے طریقے سے سرمایہ کی حفاظت کا خود کار انتظام کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب ان لوگوں کی اصلاح، تزکیہ نفس، تصفیۂ باطن کے لیے خصوصی مجالس، دروس، تربیتی مجالس ومراکز کا اہتمام کریں جہاں زر کی محبت میں مبتلا ہوجانے والے دین دار لوگوں کی تربیت وتزکیہ کا خاص انتظام کیا جائے اور انھیں قرض پر تعیّشات زندگی خریدنے سے بچنے کی تلقین کی جائے اور سادگی کو ایمان کا حصہ بنانے کی نبوی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ مسلمانوں کو اسلامی بینکاری سے توبہ واستغفار کی دعوت دی جائے اور بڑے پیمانے پر توبہ و استغفار کے ایام منائے جائیں۔ ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب کا موقف سرورق کی پشت پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

متبادل کے فلسفے کے سلسلے میں ہم دو واقعات حضرت کی خدمت میں ادب سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں شراب پر پابندی کا حکم آیا، اعلان ہوا تو صحابہ کرام نے شراب کے مٹکے توڑ دیے، مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ صحابہ کرام نے وہ برتن وہ اسباب اور وہ اشیاء بھی توڑ دیں جن کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں آیا تھا لیکن جن کو دیکھ کر یا رکھ کر شراب کی یاد آسکتی تھی۔ مدینہ النبی سے کوئی ایک صحابی بھی رسول اللہ کی خدمت میں یہ سوال کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوا کہ یا رسول اللہ آپ نے شراب پر پابندی کا حکم دے دیا لیکن اس صنعت شراب سے ہمارا ذریعہ معاش وابستہ ہے، ہمارے کارخانے ہیں، ہماری صنعت، معیشت، تجارت، لوگوں کا روزگار، گھر والوں کا انحصار اس پر ہے کچھ مہلت دیجیے کہ اس کا متبادل تلاش کرلیا جائے پھر پابندی نافذ فرما دیجیے۔ تسلیم ورضا کی یہ وہ منزل ہے جو متبادل کے فلسفے کی بنیادیں منہدم کر دیتی ہے۔ دوسری جانب ۲۰۰۵ء کا منظر ہے۔ اسلام آباد میں عدالت عظمیٰ پنجاب میں پتنگ سازی اور پتنگ بازی پر پابندی عائد کرتی ہے کہ انسانی جانوں کے تحفظ کے لیے آج سے پتنگ کے کاروبار کو ختم کیا جاتا ہے تو عدالت عظمیٰ کے باہر ہزاروں عورتیں، بچے سینہ کوبی کر رہے تھے کہ ہمارا روزگار رہے، ہم کیا کریں گے۔ احتجاج کرنے والی عورتوں اور بچوں کو دوسروں کے بچوں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں، انھیں اپنی روٹی سے محبت ہے دولت ہی مقصد زندگی ہے۔ یہ دو منظر صرف دو منظر نہیں دو مختلف انسانوں اور دو مختلف تہذیبوں اور دو مختلف ادیان کے مناظر ہیں۔ انبیاء انسانوں کو بدلتے ہیں، نظام خود بخود بدل جاتا ہے۔ مغرب میں سترہویں صدی میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے مذہبی انسان کو بدل ڈالا۔ ایک مادہ پرست انسان کی تخلیق کی انسان میں تبدیلی لائے بغیر حالات کو نہیں بدلا جا سکتا۔ وہ لوگ سادہ لوح ہیں جو سمجھتے

ہیں کہ صرف انتظامی سیاسی، معاشی تبدیلی کے ذریعے انسان کو بدلا جاسکتا ہے۔ انسان بدلے گا تو حالات بدلیں گے، تجدید و احیاء کی تمام تحریکیں اسی نقطہ نظر کا اظہار ہیں، انسانوں سے دنیا کی کشش کا خاتمہ تزکیۂ نفس کی پہلی منزل ہے۔ دین کو معاشرت میں منتقل کیے بغیر غلبہ دین اور نجات کا ہر تصور مہمل تصور ہے۔ ہمارے مفکرین دین کو لادینی ریاستی سرمایہ دارانہ اداروں میں منتقل کرنا چاہتے ہیں جو ناممکن ہے۔

دین کا احیاء صدر اول کے روحانی معاشرے کی بازیابی اور اس انسان کے حصول کا نام ہے جسے صدر اول نے ایک مستقل نمونے کے طور پر عملاً تشکیل دیا تھا۔ احیاء کی آرزو کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم اپنے وجود کی تمام بنیادوں کو رسول اللہ سے اخذ کرکے انھیں زندگی کے تمام شعبوں میں حالات کی تبدیلی کے باوجود اس کی حقیقی روح کے ساتھ متحرک بنانا چاہتے ہیں۔ مسلمان تاریخ کے جس دور میں کردار کے باعث کمال یافتہ تھے۔ اب حالت زوال سے انھیں نکال کر اسی مرتبہ کمال پر فائز کرنا دین اور علماء کا اصل کام ہے۔ اسلامی بینکاری ایک ایسا انسان تخلیق کر رہی ہے جو مرتبہ کمال کے مسلمان تو درکنار عہد زوال کے گئے گزرے مسلمان تیار کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ یہ بینکاری ایک ایسا انسان تیار کر رہی ہے جس کا کام تعیّشات کی تلاش رہ گیا ہے۔ دنیا کو ہر لحظہ نچوڑنا، اس کی لذتوں میں غرق اور ان میں منہمک رہنا ہی اس کی زندگی کا ہدف بن گیا ہے۔ طلب دنیا امت مسلمہ میں اسلامی بینکاری کے ذریعے داخل ہو چکی ہے۔ طلب زر کی اس عالمگیر عادت کو گمراہی کے بجائے ایک مرض کے طور پر دیکھنا ہوگا اور اس کے ازالے کا طریق کار بھی مناظرے کی جگہ معالجے پر رکھنا ہوگا۔ اگر تقی عثمانی صاحب اور علماء کرام کتاب الرقاق کو مسلمانوں کی محبوب ترین کتاب بنادیں تو دنیا پرستی اور اسلامی بینکاری کے دو عظیم الشان محل لمحوں میں زمیں بوس ہو جائیں گے۔

اسلامی بینکاری سے پہلے بھی لوگ حالت اضطراب میں سودی بینکوں سے قرض لیتے تھے۔ صنعت کاری کے لیے بھی اور نجی ضروریات کے لیے بھی لیکن یہ قرض ان میں احساس گناہ کو زندہ رکھتا تھا، ان کے سینے میں خلش کو بیدار رکھتا تھا، ایک ازلی ابدی ندامت، شرمندگی، خجالت، گناہ کے بوجھ کا احساس ان کے لیے توبہ و استغفار کے دروازے ہر لمحے کھلے رکھتا تھا، لیکن اسلامی بینکاری نے لوگوں سے وہ خلش وہ اضطراب، وہ احساس گناہ بھی سلب کرلیا اور انھیں توبہ و استغفار کی توفیق سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے جس کا ازالہ ممکن نہیں۔ یہ اتنی بڑی خطا ہے کہ اس کا امالہ محال ہے سوائے اس کے کہ حضرت تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری سے سرعام برأت کا اعلان فرمادیں تاکہ اس امت کا زوال کچھ رک سکے۔

دین اسلام اور تمام ادیان سابقہ کا اصل مقصد حب دنیا کو دل کی گہرائیوں سے نکالنا تھا کہ یہی دین کی اخلاقی جہت کا اسم اعظم ہے کہ دنیا کی یہی محبت ہر بڑی تہذیب کی قدر اعظم بن جاتی ہے اسلامی بینکاری اس کے برعکس جب دنیا کو اصل کام ٹھہراتی ہے لوگوں کو سرمایہ دار صنعت کار بنا کر امت کو کارزندگی میں کامرانی کا راستہ دکھاتی ہے جب کہ صنعتیں لگانا نہ فرض ہے نہ سنت نہ نفل نہ قبر میں اس کا سوال ہوگا۔ اسلام تو سرمایے کے بہت بڑے پیمانے پر ارتکاز کو ناممکن بناتا ہے۔ سرمایے کا بڑے پیمانے پر ارتکاز انفرادی ملکیت کا خاتمہ کرتا ہے اور سرمایے کو عالمگیر سیال میں تبدیل کرکے لوگوں کی توجہ اس کی نقل و حرکت سے مربوط و مرکوز کر دیتا ہے۔ سرمایے کا بڑے پیمانے پر ارتکاز روحانیت اور پاکیزہ معاشرت کے لیے زہر قاتل ہے۔

جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں دسمبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں پچاس استفسارات پیش کیے گئے تھے۔ اس مرتبہ ہم حضرت والا کی خدمت میں سو صفحات پر مشتمل مضامین کا گل دستہ پیش کر رہے ہیں جس میں نام نہاد اسلامی بینکاری کے حوالے سے نہایت اہم مباحث غور و فکر اور نقد و نظر کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔ خصوصاً مصر میں اسلامی بینکاری کا شرمناک تجربہ حضرت والا کو بعض اہم نکات سے روشناس کرائے گا۔ اگلے شماروں میں تقریباً تین سو استفسارات حضرت والا کی خدمت اقدس میں پیش کیے جائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت والا ہمیں اپنے ارشادات سے محروم نہ رکھیں گے۔